بھی، او نچے درجہ کے مؤلف ومصنّف بھی اور مترجم بھی۔ وہ خود بھی بے تکان اور پابندی سے کام کرتے تھے اور دوسروں سے کام لینا اور انھیں کام کا آدمی بنانا بھی خوب آتا تھا۔ بڑھاپے میں اس مستعدی اور حاضر حواسی سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے کہ اچھے اچھے نوجوان بھی اُن کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے تھے انھیں اُردو زبان کے ساتھ سچ مچ والہانہ عشق تھا اور اس کے لئے انھوں نے اپنی ہر چیز قربان کر دی تھی۔

تقسیم کے بعد موصوف دلی سے کراچی منتقل ہوگئے اور واقعہ یہ ہے کہ اُن کا یہ انتقال بہت ہی مجبوری کی حالت میں ہوا ورنہ وہ ہندوستان میں ہی رہ کر اُردو کے لئے مرجانے کی آس لگائے بیٹھے تھے) اور خیال تھا کہ وہاں اُردو کو مخالفتوں سے واسطہ اور اپنوں کی بے توجہی کا گلہ نہ ہوگا لیکن اس کے برعکس انھیں وہاں بھی اردو کے لئے اپنوں اور بیگانوں سے وہی جنگ کرنی پڑی جو وہ ہمیشہ کرتے چلے آئے تھے، پاکستان کی موجودہ حکومت نے بے شبہ اُن کی قدر شناسی کی اور اب وہ اس قابل ہوئے تھے کہ حکومت کی توجہ اور امداد سے اُردو کا کام خاطر خواہ انجام دے سکیں مگر اب اُن کا پیمانۂ حیات لبریز ہوچکا تھا۔ شعر

ہائے کس وقت ہوئیں دونوں مرادیں حاصل — یار بالیں پہ جو آیا تو قضا بھی آئی

ابھی مولوی عبدالحق کو دنیا سے سدھارے پورا ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ملتان میں وفات پاجانے کی خبر ملی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ شاہ جی نجیب الطرفین یعنی والد اور والدہ دونوں کی طرف سے سید تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی سید محمد شاہ بخاری اور سید عبدالغفار بخاری جو اکابر اولیا وصوفیا میں سے تھے اسی خاندان کے مورثان اعلیٰ میں سے ہیں۔ شاہ جی کے خاندان میں جو بزرگ سب سے پہلے ہندوستان آئے وہ سید اکمل الدین بخاری تھے جنھوں نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے سند خلافت حاصل کرکے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں پنجاب کے ضلع گجرات میں مستقل بود وباش اختیار کرلی تھی۔ مرحوم کی والدہ سیدہ فاطمہ اور اُن کے دادا میر سید عبدالسبحان کشمیر سے منتقل ہوکر عظیم آباد پٹنہ میں آ بسے تھے۔ اُن کی بیٹی حضرت خواجہ باقی باللہ کی نواسی تھیں اس طرح حضرت خواجہ شاہ جی کے ننھیالی بزرگوں میں شامل ہیں۔ شاہ جی کی والدہ کے انتقال کے بعد اُن کے والد سید ضیاء الدین نے بیٹے کو نانا نانی کے پاس چھوڑا اور گجرات لوٹ آئے جہاں عقد ثانی کرلیا۔ اس طرح شاہ جی کی ابتدائی تعلیم وتربیت

پٹنہ میں ہوئی جودتی اور لکھنؤ کے بعد اردو زبان اور شعر و شاعری کا تیسرا مرکز تھا اور اسی کا اثر تھا کہ شاہ جی نسلاً پنجابی ہونے کے باوجود اردو زبان ٹکسالی بولتے اور اُس کے محاورات و ضروب الامثال پر بڑی قدرت رکھتے تھے مرحوم کسی مدرسہ کے باقاعدہ فارغ التحصیل نہیں تھے۔ انھوں نے عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں نانا سے پڑھیں۔ نانی سے اردو بول چال کی زبان سیکھی۔ شاد عظیم آبادی کے اس خاندان سے ذاتی مراسم تھے۔ اس تقریب سے شاہ جی کو بھی شاد عظیم آبادی کی صحبتوں میں بیٹھنے اور اُن سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ ذہانت و فطانت خداداد تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کم عمری میں ہی پختہ ہو گئے۔ دماغ چمک اُٹھا اور زبان منجھ گئی۔ پھر پٹنہ سے نکل کر مختلف علماء سے وقتاً فوقتاً کبھی تفسیر کا کبھی حدیث اور فقہ کا درس لیتے رہے لیکن وہ بھی بے ضابطہ اور بے قاعدہ۔

شاہ جی یوں تو علم و فضل اور سیرت و اخلاق کی بہت سی خوبیوں اور کمالات کے جامع تھے جن کی وجہ سے لوگ اُن کی دل سے قدر اور عزت کرتے تھے لیکن ان کا سب سے بڑا کمال جس میں کوئی اُن کا ہم عصر اُن کا شریک نہیں ہو سکتا تھا وہ ان کا کمال خطابت و تقریر تھا۔ گھنٹوں یکساں روانی، جوش اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ بولتے تھے اور کیا مجال کہ ایک شخص بھی اُکتا کر مجلس سے اُٹھ جائے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ تقریر نہیں کر رہے ہیں نشہ پلا رہے ہیں سامعین تو سامعین فضا تک پر معلوم ہوتا ہے سُکر کا عالم طاری ہو گیا ہے۔ بڑے سے بڑا مخالف بھی اُن کی تقریر سنتا تھا اور جھومتا تھا۔ اُن کے پاس اعجاز بیان اور سحرِ خطابت کا ایک کارگر حربہ تھا کہ اگر وہ چاہتے تو اپنی شخصیت کی تعمیر کے لئے اس سے زیادہ سے زیادہ کام لے سکتے تھے لیکن اُن کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ تحریک خلافت، مجلس احرار، کانگریس اور جمعیۃ علماء، ہر میدان میں صرف ایک سپاہی بنے رہے، دوسروں کے تابع رہکر کام کیا لیکن کبھی خود قائد نہیں بنے لیکن ہمارے نزدیک دینی اعتبار سے شاہ جی کے لئے اس سے بڑا کوئی دوسرا شرف اور مقام نہیں ہو سکتا تھا کہ جب انھیں امیر شریعت منتخب کیا گیا تو سب سے پہلے حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے جو اس زمانہ میں علم و فضل میں اللہ کی حجت تھے شاہ جی کے ہاتھ پر بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ بیعت کی۔ یہ صرف دنیا کا ہی سب سے بڑا اعزاز نہ تھا بلکہ یہ بیعت انوری اس کی بھی ضمانت تھی کہ اللہ کے ہاں ان کا حسن عمل اور دینی ولولہ و جوش مقبول ہو چکا ہے اور آج وہ دنیا میں نہیں ہیں تو امید قوی ہے کہ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي کی دعوت قدس کے خلعت فاخرہ سے سرفراز و شاد کام ہو رہے ہونگے۔ اللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہ رحمۃ واسعۃ۔